ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

Vol.8. No.1.2025

بیسویں صدی اور نسیم حجازی کے ناولوں کا ادبی رجحان

THE TWENTIETH CENTURY AND THE LITERARY LEGACY OF NASIM HIJAZI'S NOVELS

ڈاکٹر طاہرہ غفور

(لیکچرر اُردو) گورنمنٹ گریجویٹ کالج سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی

ڈاکٹر محمد سہیل اقبال

ڈاکٹر ماجد علی

Dr. Tahira Ghafoor
(Lecturer Urdu) Government Graduate College Satellite Town Rawalpindi
Dr. Muhammad Sohail Iqbal
Dr. Majid Ali

Abstract:

The twentieth century witnessed the emergence of the novel as a widely popular genre in Urdu literature. In the context of historical novel writing in Urdu literature, after Sharrar, the figure who garnered significant acclaim was Nasim Hijazi (1914–1996). Nasim Hijazi began his career as a novelist during the era of the Second World War, a time when the Indian independence movement was at its peak. Nasim Hijazi's novels are distinct from those of Sharrar and his imitators. The plots, characters, and dialogues in his novels are of a different style. A sense of balance is evident in his works, which is not found in the historical novels of his predecessors. He meticulously organized and structured his plots with great skill. Through his novels, Nasim Hijazi aimed to awaken the nation to the achievements of their ancestors and inspire them to reclaim their lost dignity. The characters in Nasim Hijazi's novels are also drawn from real figures in Islamic history. Muhammad bin Qasim, Hajjaj bin Yusuf, Raja Dahir, Hulegu Khan, and Genghis Khan are among the prominent characters in his works. Some of his notable novels, such as Dastan-e-Mujahid, Muhammad bin Qasim, Aakhri Chattan, and Shaheen, focus on Islamic history as their central theme.

Keywords:

Urdu, Literature, Novel, Nasim Hijazi, Historical, Muslim,

بیسویں صدی میں اردو ادب میں ناول مقبول عام صنف کی حیثیت سے سامنے آیا۔ اس عہد میں ہندوستان سماجی اور سیاسی ابتری سے دوچار تھا۔ لوگوں میں خود غرضی اور بے حسی بڑھتی جا رہی تھی۔ انگریز حکومت سیاسی لحاظ سے مستحکم ہو چکی تھی اور عوام میں بے چینی کی کیفیت تھی۔ ایسی صورت حال ادیبوں کے لیے بھی بے قراری کا باعث تھی۔ لہٰذا انہوں نے بھی اخلاق و آداب کے حوالے سے لکھنا شروع کر دیا۔ سر سید احمد خان کے زیرِ اثر مولانا الطاف حسین حالیؔ، شبلی نعمانیؔ، محمد حسین آزادؔ اور نذیر احمدؔ نے بھی اصلاحی تحریک کے ادب پر توجہ دی۔ مولوی کریم الدین نے اپنی تصانیف میں پہلے سے موجود ادبی روایات سے ہٹ کر زندگی کی حقیقت نگاری کی۔ سرشار نے اردو معاشرے کی زوال پذیری کو موضوع بنایا اور مرزا رسوا نے زندگی کی فنی لحاظ سے کامیاب تصویر کشی کی۔

اردو میں تاریخ کے موضوع پر بہت سے ناول نگاروں نے طبع آزمائی کی۔ ابتدائی تاریخی ناول نگاروں میں عبدالحلیم شررؔ کا نام ایک اہم نام ہے۔ شررؔ نے تاریخی ناولوں کے ذریعے تابناک ماضی کی جھلک پیش کی۔ شررؔ کے ناولوں نے قارئین میں تاریخی شعور اجاگر کیا۔ انھوں نے تاریخی واقعات کو ناول کی صورت میں پر اثر طریقے سے پیش کیا جس سے قارئین کی تاریخی موضوعات میں دل چسپی میں اضافہ ہوا۔ اگرچہ فنی لحاظ سے ان کے ناولوں میں کچھ کمی محسوس ہوتی ہے کیوں کہ کردار نگاری اور جذبات نگاری سے زیادہ ناول کی پلاٹ سازی پر توجہ دی گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ پلاٹ کی بنت میں واضح ربط و تنظیم موجود ہے۔ محمد علی خان طیب، عبدالحلیم شررؔ کے ہم عصر ہیں۔ ان کے ناولوں میں اسلاف کے نمایاں کارناموں کو قوم کے سامنے اس طرح سے پیش کیا گیا ہے کہ ان میں جوش اور ولولہ پیدا ہو سکے۔ فنی تقاضوں

کے حوالے ان کے ناولوں میں کردار و واقعات تاریخی تو ہیں لیکن منظر نگاری اس زمانے کی بھرپور عکاسی نہیں کرتی۔ ہو سکتا ہے اسی وجہ سے ان کے ناول عوام میں مقبولیت حاصل نہ کر سکے ہوں اور اب اردو ادب کے قارئین کو ان کے ناولوں کے نام تک یاد نہیں۔

موہن لال کا نام بھی تاریخی ناول نگاری کے حوالے سے جانا جاتا ہے۔ ان کے تاریخی ناول حقیقت سے قریب تر تو ہیں لیکن ان میں تمثیلی انداز زیادہ پایا جاتا ہے۔ علامہ راشد الخیری کی تحریروں میں تاریخی واقعات کے ساتھ رومانویت میں ربط نہیں پایا جاتا۔ کہانی میں سے اگر تاریخی واقعے کو الگ بھی کر دیا جائے تو کہانی میں دل چسپی کم نہیں ہوتی۔ صادق حسین سردھنوی کا نام بھی تاریخی ناول نگاری کے حوالے سے اہم ہے۔ ان کے ناولوں میں کہانی کے پلاٹ کی بنت بہت مضبوط نظر نہیں آتی۔ کہانی سپاٹ سے انداز میں شروع ہو کر ختم ہو جاتی ہے۔ تجسس اور انہاک قاری کو کہانی سے جڑے رہنے پر مجبور نہیں کرتا اور کردار بھی اعلیٰ پائے کی خصوصیات کے حامل ہیں۔ تقسیم ہندوستان کے دور میں ایم۔ اسلم کے تاریخی ناولوں میں جہاں خیر و شر کی کشمکش کو فنی تکنیک سے پیش کیا گیا۔ وہیں ان کے ناولوں میں تاریخ سے زیادہ رومانوی ماحول زیادہ غالب محسوس ہوتا ہے۔

اردو ادب میں تاریخی ناول نگاری کے حوالے سے شررؔ کے بعد جس شخصیت نے داد و تحسین وصول کی، وہ نسیم حجازی (۱۹۱۴ء۔۱۹۹۶ء) ہیں۔ نسیم حجازی نے جس زمانے میں ناول نگاری کا آغاز کیا وہ دوسری جنگ عظیم کا دور تھا۔ ہندوستان میں آزادی کی تحریک عروج پر تھی۔ اگرچہ عبدالحلیم شررؔ نے تاریخی ناول نگاری کا آغاز تو کر دیا تھا اور بعد میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا لیکن اس میں اصل جوش و جذبہ اس طرح سے نہیں تھا جیسا کہ ہمیں نسیم حجازی کے بعد کے ناولوں میں ملتا ہے۔ ڈاکٹر نزہت سمیع الزماں نسیم حجازی کے اسلوبِ تحریر کے بارے میں لکھتی ہیں کہ :

> نسیم حجازی کے ناول شررؔ اور ان کے تمام مقلدوں سے مختلف ہیں۔ ان کے ناولوں کے پلاٹ، کردار اور مکالمے دوسری طرز کے ہیں۔ نسیم حجازی کے یہاں ایک توازن نظر آتا ہے جو ان سے پہلے کے تاریخی ناول نگاروں کے یہاں نہیں ملتا۔ انھوں نے پلاٹ کی ترتیب و تنظیم میں سلیقے سے کام لیا ہے۔ اس میں اسکاٹ اور ڈوما کا اثر دکھائی دیتا ہے۔[1]

نسیم حجازی کو اوائل عمری سے کتب بینی کا شوق تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی معلومات کافی وسیع تھیں۔ مولانا شبلی نعمانیؔ، علامہ محمد اقبالؔ اور مولانا رومی کی فکری تصانیف کے ان پر گہرے اثرات تھے۔ مولانا محمد علی جوہر کی ولولہ انگیز تقریروں سے متاثر ہو کر انہوں نے سکول کے زمانے سے ہی لکھنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اسلامیہ کالج لاہور میں محترم استاد صوفی محمد اشرف کے مشورے پر انہوں نے چارلس ڈکنز، وکٹر ہیوگو، والٹر سکاٹ، ٹالسٹائی اور دوستوفسکی کو بھی پڑھا جس سے ان کی ذہنی اپچ میں اضافہ ہوا۔[2] نسیم حجازی کا تعلق ضلع گورداسپور سے تھا اور ان کے والد کی خواہش تھی کہ وہ فوج سے منسلک ہو کر ملک و قوم کی خدمت کریں لیکن نسیم حجازی نے اپنا نصب العین قلم کے ذریعے سے قوم کی خدمت کو بنا لیا۔ بیسویں صدی میں نسیم حجازی نہ صرف تحریک پاکستان کے ایک اہم رکن کی حیثیت سے بلکہ صحافت کے حوالے سے بھی ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنی عملی زندگی کا آغاز کراچی کے ایک اخبار روزنامہ زمانہ سے کیا۔ حکومتی اور وقتی مفادات کو پس پشت رکھتے ہوئے انہوں نے حق اور سچ لکھا۔ بعد میں کچھ نظری اختلافات کی بنا پر انہوں نے اس اخبار سے علیحدگی اختیار کر لی اور کراچی سے کوئٹہ چلے گئے۔ وہاں رہتے ہوئے انھوں نے قیام پاکستان کے لیے جد وجہد جاری رکھی۔[3] وہ جانتے تھے کہ انگریز بلوچستان میں رہ کر پاکستان، ایران، افغانستان اور روس پر اپنی موجودگی کا احساس برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ آئین ساز اسمبلی میں بلوچستان کے نمائندے کے ذریعے انہوں نے شاہی جرگے کے ممبران کی حمایت حاصل کی اور اس طرح قیام پاکستان کے لیے راہ ہموار کی۔ یہاں انہیں نہ صرف دوسروں کی طرف سے مسائل کا سامنا تھا بلکہ مسلمانوں کا ایک گروہ بھی کانگرس کا ساتھ دے رہا تھا جو ان کے لیے پریشانی کا باعث تھا۔ وقت کی ضرورت تھی کہ نہ صرف مسلمانوں بلکہ ہندوؤں کے پسے ہوئے طبقے کو بھی حقائق سے آگاہ کیا جائے۔ لہٰذا نسیم حجازی نے نہ صرف اخبار بلکہ ناولوں کے ذریعے بھی مسلمانوں میں آگہی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ وہ اردو صحافت کے حوالے سے پہلے ہی مستند مقام رکھتے تھے۔ اب انھوں نے ناول نگاری کے ذریعے ملت اسلامیہ کو تابناک ماضی کی یاد دہانی کروانے کی کوشش کی۔ یہی وجہ ہے کہ نسیم حجازی کی ناول نگاری پر صحافتی اثرات بھی محسوس ہوتے ہیں۔ ابتدا میں انہوں نے افسانہ شودر لکھا۔ ان کا یہ پہلا افسانہ جنوری ۱۹۳۶ء میں ماہنامہ حکایت الاسلام میں شائع ہوا۔ ان کا دوسرا افسانہ جستجو تھا۔ ان ابتدائی افسانوں میں ہندو معاشرے میں ذات پات اور عدم مساوات کو موضوع بنایا گیا۔ اپنی عمر کے مطابق انہوں نے اپنے خیالات کو افسانوں کی صورت میں پیش کیا۔ شعوری پختگی میں وسعت کے بعد انہوں نے اپنے افسانے شودر کو بڑے کینوس کے ساتھ ناول انسان اور دیوتا کی صورت میں پیش کیا۔ ہندوستان میں شودر طبقے کی جو حالت تھی، اس کا بغور جائزہ لینے سے بہت سے سوچ کے در وا ہوتے ہیں۔ ناول انسان اور دیوتا میں بظاہر تو ہندوستان کے ذات پات کے نظام کے بارے میں بات کی گئی ہے لیکن در حقیقت اس سے یہ بتانا مقصود تھا کہ تحریک پاکستان کی اہم وجہ کیا بنی اور غیر تقسیم ہندوستان کی صورت میں مسلمانوں کو کس طرح کی مشکلات و مصائب کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

نسیم حجازی کا پہلا ناول داستان مجاہد تحریک پاکستان کے ایک ایسے نوجوان کو پیش کرتا ہے جو اپنے عشق کو قربان کرکے، زندگی کے حقیقی مقصد میں مصروف ہے۔ یہ ناول انہوں نے ۱۹۳۷ء میں لکھنا شروع کیا جو ۱۹۳۸ء میں مکمل ہو گیا اور جب اسے چھپوانے کا مرحلہ آیا تو ناشرین اس ناول کا مسودہ دیکھ کر کہتے کہ آپ کس زمانے کی باتیں کر رہے ہیں۔ ہم صرف ترقی پسند مصنفین کی کتابیں شائع کرتے ہیں۔ میر جعفر خان کی کوششوں سے ۱۹۴۳ء میں کوئٹہ سے ان کا یہ ناول شائع ہو گیا اور یوں لوگوں تک ان کے خیالات کی رسائی ہو سکی۔[4] تحریک پاکستان کے مقاصد کے پیش نظر انہوں نے ناول محمد بن قاسم تحریر کیا جو ۱۹۴۵ء میں شائع ہوا۔ اس کے بعد اگلے تین سالوں میں ان کے مزید تین ناول شائع ہوئے۔ اسلامی نظریات و مقاصد سے بھرپور یہ ناول عوام میں بے حد مقبول ہوئے۔ ناول محمد بن قاسم نہ صرف فاتح سندھ کی طرف توجہ مبذول کرواتا ہے بلکہ اس ناول کے اہم کردار حجاج بن یوسف، سلیمان بن عبد الملک اور راجا داہر بھی تاریخی اعتبار سے حقیقی کردار ہیں جس سے ناول کی کہانی حقیقت سے قریب تر محسوس ہوتی ہے۔ نسیم حجازی کی کردار نگاری کے حوالے سے بات کی جائے تو اس ناول کے ان حقیقی کرداروں کے علاوہ افسانوی کرداروں میں ناہید اور زبیر کے کردار بھی قارئین کی توجہ کھینچنے کے حوالے سے اہم ہیں۔ ان کرداروں کے ذریعے کہانی کا تسلسل دلچسپ انداز میں قائم کیا گیا ہے۔ یہاں حقیقت اور افسانے کو اس طرح سے پیش کیا گیا ہے کہ کہانی کا پلاٹ حقیقی اور واضح محسوس ہوتا ہے جیسا کہ ڈاکٹر رشید احمد گوریجہ نسیم حجازی کے اسلوب کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> ان کے مکالموں سے ان کے کرداروں کی انفرادیت ابھر کر سامنے آتی ہے۔ یہ مکالمے کرداروں کی شخصیت سے پوری طرح ہم آہنگ ہوتے ہیں۔ انھوں نے مکالموں کے ذریعے کرداروں کی نفسیاتی اور داخلی کش مکش کی کیفیت کو بڑی فنی مہارت سے ابھارا ہے۔[5]

نسیم حجازی کا ناول آخری چٹان سامنے آیا تو وہ ۱۹۴۷ء کا زمانہ تھا۔ تحریک پاکستان کے حوالے سے یہ نہایت اہم دور تھا۔ افراتفری کے اس دور میں مقامی لوگوں میں اتحاد برقرار رکھنے کی اشد ضرورت تھی۔ نسیم حجازی کی تحریروں نے یہ مقصد پورا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ناول آخری چٹان کا مسودہ اس سلسلے کی اہم کڑی تھا۔ اس ناول کے اہم تاریخی کردار ہلاکو خان، چنگیز خان اور جلال الدین خوارزم شاہ ہیں جن کی معرکہ آرائیوں پر ناول کی کہانی مبنی ہے۔ ڈاکٹر وقار عظیم ناول پر تبصرہ کرتے ہوئے نسیم حجازی کے اسلوب کو واضح کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

> فن اور اسلوب کے اعتبار سے خطابت اور ادبیت کا امتزاج ہے۔ ناول کے واقعات آہستہ آہستہ ابھرتے اور نقطۂ عروج تک پہنچتے پہنچتے قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں۔ لفظوں، فقروں اور جملوں کی ترتیب بھی موزوں ہے۔ ناول کے بعض حصوں میں لفظوں کا سیلاب پڑھنے والوں کو اپنے ساتھ بہاتا ہوا لے جاتا ہے۔ عبارت کی ڈرامائی ساخت میں بھی عموماً یکسانی اور ہمواری ہے۔ کہانی میں تبلیغی احساس کی لہر کہیں کہیں اٹھتی ہے لیکن ادبیت برابر اس کی عناں گیر رہتی ہے۔ کرداروں کے نقش واضح ہیں اور ان کی گفتگو میں اختصار و اعجاز اور مصنوعی گیرائی ہے اور یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ مصنف نے کہانی کے مختلف پہلوؤں پر غور کرکے ہر چیز کو اس کی مناسب حیثیت دی ہے۔[6]

نسیم حجازی کی تحریروں کا اسلوب فنی تقاضوں کے مطابق ہے۔ نہ صرف ادبی لحاظ سے بلکہ صحافت میں بھی انھوں نے اخبارات کو جدید رنگ میں پیش کیا تھا۔ اخبار کے میک اپ پر خصوصی توجہ دی جاتی تھی۔ انھوں نے اخبارات میں چھوٹی بڑی سرخیاں، تصاویر، کارٹون، اداریہ، کالم اور مزاحیہ مضامین شامل کرکے اخبار کی دلچسپی میں اضافہ کیا جس سے اخبار کی سرکولیشن میں بھی بے پناہ اضافہ ہوا۔ نسیم حجازی بنیادی طور پر ناول نگار تھے۔ صحافت کے میدان میں وہ ضرور تاآئے تھے۔ انہوں نے ناول نگاری کا آغاز حجاز کی سرزمین کی عظیم داستان سے کیا جس کے لیے انھیں وسیع معلومات اور مطالعہ کی ضرورت تھی۔ یہ ایک اہم ناول ہے جس کا آغاز بقول ان کے انھوں نے بیروت سے خریدے گئے نئے قلم سے کیا۔ اس قلم کو انہوں نے آب زم زم میں ڈبویا۔ عمرے کے دوران جب وہ میزاب رحمت کے نیچے نماز پڑھ رہے تھے اور بارش ہو رہی تھی تو انھوں نے قلم نکال کر میزاب رحمت کے نیچے رکھ دیا کہ اس قلم سے لکھتے ہوئے ان سے کوئی لغزش نہ ہو اور وہ حق لکھ سکیں۔[7]

نسیم حجازی ملک و قوم کی بہتری اور خیر خواہی کے لیے فعال رہے۔ وہ بلاخوف و خطر سچ بات کہہ دیتے تھے۔ ایک بار بہاولپور کے ایک زمین دار (جو علم و ادب سے خاص شغف رکھتے تھے) نے لاہور کے ایک ہوٹل میں ادیبوں کی دعوت کا انتظام کیا جس میں نسیم حجازی کے علاوہ کچھ ترقی پسند ادیب بھی شامل تھے۔ ایک ترقی پسند ادیب نے نسیم حجازی سے کہا:

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
Vol.8. No.1.2025

> آپ کے ناول مقبول تو ہو رہے ہیں مگر آپ کا ہیرو کوئی مافوق الفطرت انسان نظر آتا ہے جو گاجر مولی کی طرح دشمن کی صفیں کاٹتا گزر جاتا ہے۔[8]

نسیم حجازی نے بڑے پُرسکون لہجے میں ان سے پوچھا کہ آپ میرے کس ناول کا ذکر کر رہے ہیں تو انہوں نے جواب دیا میں نے آپ کے کئی ناول پڑھے ہیں۔ نسیم حجازی نے ناول کا نام جاننے پر اصرار کیا تو اس شخص کو اپنے جھوٹ پر بہت شرمندگی محسوس ہوئی۔

نسیم حجازی کا ناول شاہین مسلمانوں کے عروج و زوال کی داستان ہے۔ مسلمانوں نے اندلس پر تقریباً آٹھ سو سال حکومت کی لیکن ان کے آپس کے تعصبات نے انہیں بعد میں زوال کے راستے پر گامزن کر دیا۔ ان تمام واقعات سے وہ موجودہ حالات میں مسلمانوں کو باور کروانا چاہتے تھے کہ فسادات میں دس لاکھ مسلمانوں کو تہ و تیغ کر دینا محض اتفاقی حادثہ نہیں ہے۔ اسی حوالے سے اس ناول کے پیش لفظ میں انھوں نے پاکستان کو ناقابل تسخیر بنانے کے مشورے دیے۔ ہمارے اسلاف کی تاریخ فاتحین کے کارناموں کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے لیکن ان شخصیات سے منسوب چند واقعات کو ناول کی صورت میں دل چسپ اور موئثر انداز میں ضبط تحریر میں لانا ہر مصنف کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس کے لیے نہ صرف مطالعہ بلکہ تخیلات کا وسیع ہونا بھی ضروری ہے۔ ایک ایسے زمانے کی تصویر کشی کرنا جو کئی صدیوں پہلے بیت چکا ہو، اس کی تہذیب و تمدن کو پورے رچاؤ کے ساتھ کہانی کا حصہ بنانا اگرچہ مشکل امر ہے کیوں کہ اس کے لیے ضروری ہے کہ مصنف کو اس زمانے کے خارجی و داخلی حالات سے مکمل واقفیت ہو تا کہ وہ انھیں قارئین کے سامنے دل چسپ بنا کر پیش کر سکے۔ اس حوالے سے ہم نسیم حجازی کے اسلوب تحریر کو فنی طور پر موئثر انداز کہہ سکتے ہیں کہ انھوں نے اپنے ناولوں میں حقائق کو اس طرح سے زیب داستان بنایا ہے کہ نہ ہی ناول کے پلاٹ میں کوئی جھول نظر آتا ہے اور نہ ہی قاری کی توجہ کم ہوتی ہے۔ قاری اپنے آپ کو اس دور میں محسوس کرتا ہے اور تمام واقعات و کردار کو نظروں کے سامنے چلتا پھرتا محسوس کرتا ہے۔

نسیم حجازی کے ناولوں کے پلاٹ و کردار اور ماحول میں ترتیب و تنظیم پائی جاتی ہے۔ ماحول کے مطابق کرداروں کو ان کی خوبیوں اور خامیوں کے ساتھ اجاگر کیا گیا ہے۔ مکالمہ سازی پر بھی خاص توجہ دی گئی ہے۔ مکالمے نہ صرف کرداروں کو واضح کرتے ہیں بلکہ ماحول کو بھی مزید پر تاثر انداز میں نمایاں ہیں۔ ان کے تخیلات کی وسعت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انھوں نے ماضی کے دھندلے نقوش کو حال کے رنگوں سے جاذب نظر بنا کر پیش کیا۔ تاریخ کا موضوع عموماً خشک گردانا جاتا ہے۔ اس میں دل چسپی بڑھانے کے لیے انہوں نے رومانویت کو اس طرح استعمال کیا کہ قاری اس کے سحر میں گرفتار ہو جاتا ہے جیسا کہ ڈاکٹر رشید احمد گوریچہ لکھتے ہیں کہ:

> شررؔ کی نسبت نسیم حجازی کے ہاں پلاٹ سازی کا زیادہ فنکارانہ شعور ملتا ہے۔ کہانی لکھنا اور اس کہانی میں تاریخی واقعہ کو اس طرح شامل کرنا کہ کہیں بھی تاریخ کہانی سے الگ نظر نہ آئے یہ نسیم حجازی کے ناولوں کے پلاٹ کی خوبی ہے۔ نسیم حجازی کے ناولوں میں واقعات کی ترتیب و تنظیم پر خاص توجہ ملتی ہے۔ وہ کوئی ایسی بات نہیں لکھتے جس سے قصے کی روانی میں فرق پڑے۔[9]

کسی بھی مصنف کے تحریری اسلوب سے اس کی ذہنی فکر کا اندازہ ہوتا ہے۔ نسیم حجازی کا اسلوب تحریر منفرد ہے جو قارئین میں ان کی مقبولیت کا باعث بنا۔ ظاہری طور پر ان کی تحریروں کا جائزہ لیں تو ان میں دینی حمیت اور قومیت کا غلبہ نظر آتا ہے لیکن اگر ان کی تحریروں کا فنی و فکری تجزیہ کیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا پُر اثر انداز قاری کو اپنی گرفت میں لیے رکھتا ہے اور وہ اس وقت تک اس سے آزاد نہیں ہوتا جب تک کہ وہ مکمل تحریر سے لطف اندوز نہ ہو جائے۔ نسیم حجازی نہ صرف ناول نگار تھے بلکہ وہ مؤرخ، محقق، انشا پرداز اور کالم نگار بھی تھے۔ لہٰذا وہ موضوع کے مطابق اسلوب اختیار کرتے تھے۔ ان کے ناولوں میں داستانوی رنگ نظر آتا ہے۔ زبان سادہ اور انداز مدلل ہے۔ ناول کی کہانیوں میں بہت زیادہ الجھاؤ نہیں ہے۔ ضرورت کے مطابق واقعے کو مختصر یا طویل انداز میں پیش کیا گیا ہے اور اسی سے ان کی فنی پختگی کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کی تحریریں کسی کی تقلید میں نہیں لکھی گئیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں بے ساختگی کا عنصر نمایاں ہے۔ جہاں تک ان کی تحریروں میں واعظانہ عنصر کی بات ہے تو یہ اندازِ تحریر قارئین کی نظروں میں جب ہی کھٹکتا ہے جب کہیں زیادتی کی وجہ سے یہ ان کی طبعیت پر گراں گزرتا ہو اور یہی ان کے ناولوں کی خوبی ہے کہ قارئین ان کے وعظ و نصیحت کو بھی کہانی کا حصہ سمجھتے ہوئے دلجمعی سے پڑھتے ہیں۔ نسیم حجازی نے اپنے ناولوں میں زندگی کے نشیب و فراز کی تصویر پیش کی ہے۔ ناول کی کہانی میں تاریخی واقعات کی شمولیت فنی و تکنیکی حوالے سے ماہرانہ اسلوب کی طلب گار ہوتی ہے۔ نسیم حجازی نے اسی تکنیکی مہارت سے افسانوی ادب کے ذریعے اسلامی تاریخ کو دل چسپ اور پر اثر انداز میں پیش کیا ہے جیسے علامہ اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعے قوم کی حمیت کو جگانے کی کوشش کی اسی طرح نسیم حجازی کے ناولوں کے ہیرو بھی قوم کو ایک با مقصد زندگی گزارنے کی طرف راغب کرتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے داستانوی اندازِ تحریر اختیار کیا جو معاشرے میں مقبولیت بھی

رکھتا ہے۔ داستان میں دل چسپی انسانی فطرت میں شامل ہے اور یہ معاشرتی اصلاح کا بھی موثر ذریعہ ہے۔ نسیم حجازی نے بھی اس اندازِ تحریر کے ذریعے قوم کو اپنے اسلاف کے کارناموں سے آگاہ کر کے اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کرنے کی طرف رغبت دلائی ہے۔

حوالہ جات

1۔ نزہت، سمیع الزماں، اُردو ادب تاریخی ناول کا ارتقاء، (لکھنو: دانش محل امین آباد) ص، 170، 1982

2۔ عبدالودود قریشی، انشا پردازی اور نسیم حجازی (لاہور: ماورا پبلشرز، 2014) ص 26

3۔ ایضاً، ص ۳۲۔

4۔ ممتاز عمر، نسیم حجازی کی تاریخی ناول نگاری کا تحقیقی و تنقیدی تجزیہ (کراچی: انجمن ترقی اُردو، 2014)، ص 96

5۔ رشید احمد گوریچہ، اُردو میں تاریخی ناول (لاہور: ابلاغ اُردو بازار، 1996)، ص 756

6۔ وقار عظیم، دواتسان سے افسانے تک (لاہور: اُردو اکیڈمی 1961) ص 95

7۔ راجا تصدیق حسین، نسیم حجازی ایک مطالعہ (لاہور: قومی کتب خانہ، 1987) ص 46

8۔ ایضاً، ص 56

9۔ رشید احمد گوریچہ، اُردو میں تاریخی ناول، ص، 749

Books & References:

Nuzhat, S. (1982). *Urdu adab: Tareekhi novel ka irtiqa* (p. 170). Lucknow, India: Danish Mahal Aminabad.

Qureshi, A. W. (2014). *Insha pardazi aur Naseem Hijazi* (p. 26). Lahore, Pakistan: Mawra Publishers.

Umar, M. (2014). *Naseem Hijazi ki tareekhi novel nigari ka tahqiqi wa tanqeedi tajziya* (p. 96). Karachi, Pakistan: Anjuman Taraqqi Urdu.

Goricha, R. A. (1996). *Urdu mein tareekhi novel* (p. 756). Lahore, Pakistan: Iblagh Urdu Bazaar.

Azim, W. (1961). *Dawat-o-San se afsanay tak* (p. 95). Lahore, Pakistan: Urdu Academy.

Hussain, R. T. (1987). *Naseem Hijazi: Aik mutalia* (p. 46). Lahore, Pakistan: Qaumi Kutub Khana.

Goricha, R. A. *Urdu mein tareekhi novel* (p. 749).

Arshad, W., Maqsood, A., Zaidi, S. S., Haroon, M., Qadir, U. M., Sultana, U., Arshad, S., Haq, M. I. U., & Sanaullah, S. (2024). Kalam-e-Iqbal: Current requirements and our priorities. Retrieved from https://www.researchgate.net/publication/384326267_Kalam_E_Iqbal_Current_Requirements_And_Our_Priorities

Attaullah, M., Ovaisi, M. A., & Arshad, W. (2023). Indirect Contributions of Neocolonial Era on Urdu Language. *Makhz (Research Journal)*, *4*(3)

Awaisi, M. A., Attaullah, M., & Arshad, W. (2023). Modern Urdu Fiction and Sufism: An Analytical Study. *Makhz (Research Journal)*, *4*(4)

Arshad, W., Arshad, S., Naeem, M., & Sanaullah, S. (2025). [Existentialism: Theories and philosophical principles]. *Journal of Applied Linguistics and TESOL, 8*(1), 41–47. Retrieved from https://jalt.com.pk/index.php/jalt/article/view/446

Ovaisi, A., & Arshad, W. (2024). The travelogue of Mahmood Nizami *“Nazar Nama”*: Analytical study. *Tahqeeq-o-Tajzia,* *2*(1), 1–14. Retrieved from https://tahqeeqotajzia.com/index.php/tot/article/view/18

Naeem, M., Arshad, W., Sanaullah, S., & Arshad, S. (2025). '' ["Chand Gehan, Daan Aur Daastaan" by Intizar Hussain: An analytical study]. *Al-Aasar,* *2*(1), 82–91. Retrieved from https://al-aasar.com/index.php/Journal/article/view/71

Arshad, W., Naeem, M., Sardar, N., & Arshad, S. (2025). [Evolutionary stages of translation in the Urdu language]. *Al-Aasar,* *2*(1), 77–81. Retrieved from https://al-aasar.com/index.php/Journal/article/view/66

Sanaullah, S., Shaheen, A., & Arshad, W. (2024). ["Two Letters of Comfort" by Dr. Imran Zafar: Analytical study]. *Shnakhat,* *3*(3), 346–360. Retrieved from https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/357